سورۃ الجمعہ میں ندا امام الزماں

تحریراز: ڈاکٹر سید بنیاد علی آقائی

صفر کا مہینہ ختم ہونے کو تھا، اور موسم میں بھی خوشگواری آنے لگی۔ ملک میں سیاسی بحران، اقتصادیاتی بے چینی، مستقبل کی مایوسی اور امید، اخلاقی اقدار اور انسانیت ہی کی ترقی کے نام پر تذلیل؛ بے ضمیر کامیابیاں۔۔امیر کیا، غریب سب دولت کے پوجاری۔ غریب بے بس اور گھات لگائے ہوئے ہے؛ امیر بے رحمی سے دونوں ہاتھ دولت سمیٹ رہے ہیں جیسے کل آنی ہی نہیں۔

بس اسی سوچ وبچار میں گم لیٹا ہوا تھا کہ مجھے انتظار رضا کا خیال آیا۔ جو یونیورسٹی میں سیاسیات کے پروفیسر اور نہایت عالمانہ مطالعہ رکھنے والے دانشمند تھے۔ چند دن قبل ان سے راستے میں ملاقات ہوئی اور اصرار کرنے لگے کہ گھر چلو۔ میں نے وعدہ کیا کہ جلد ہی چکر لگاؤں گا۔ خیر میں اٹھا اور کال ملائی۔ جناب نہایت خوش وخرم ہو کر بولے: ''یار تم نے وعدہ کیا تھا کہ آؤ گے۔ میں تمہیں لینے گھر ہی آرہا تھا کہ تمہاری کال آگئی۔'' میں نے کہا کیوں کوئی خاص پروگرام تو نہیں۔ کہنے لگے کہ آج گپ شپ کیلئے بصیر علی اور مطلوب دانش دونوں اکٹھے آرہے ہیں۔ اب تم تاخیر نہیں بس آنے والی کرو۔ ہم تمہارے منتظر ہوں گے۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے فاصلے پر جب ان کے ہاں پہنچا تو دونوں مہمان آچکے تھے۔ ہم سبھی کالج کے زمانے سے دوست تھے۔ مطلوب دانش اپنے شہر کی بڑی لائبریری کے انچارج تھے، جبکہ بصیر علی ثقافتی سنٹر کے ڈائریکٹر۔ اگرچہ دونوں کا شروع سے مطالعہ مختلف موضوعات پر کافی وسیع تھا لیکن بصیر علی کی سوچ ساتھ ساتھ بڑی گہری بھی تھی؛ اور اکثر ان دونوں میں علمی اختلاف بھی ہو جایا کرتا۔

آج بھی اگرچہ مختلف ملکی، سیاسی، اقتصادیاتی اور اخلاقی پہلوؤں پر ہمارے مابین گفتگو کافی دیر تک ہوتی رہی؛ لیکن جس موضوع پر بحث چھڑ گئی، وہ غیر معمولی اور اتنا توجہ طلب تھا کہ اس کو بیان نہ کرنا ناانصافی ہوگئی۔ اس کا آغاز مطلوب دانش سے یوں ہوا۔۔۔

مطلوب دانش: ہمارا معاشرہ ہر آنے والے دن کیساتھ بداخلاقی، بے حیائی، نفسیاتی بیگانگی اور غیر یقینی کے بھنور میں ڈوبتا ہی چلا جارہا ہے۔(انتظار رضا بولے)

انتظار رضا: اس ساری خباثت کے پیچھے کیا پوشیدہ عوامل آپ کی نظر میں کارفرما ہیں؟

مطلوب دانش: یہ ساری اصل میں سزا ہے جو ہم مذہب سے دوری کے عوض بھگت رہے ہیں۔ لوگوں کا اسلام سے لگاؤ کم سے کم ہوتا جارہا ہے۔ ذرا مسجدوں کی بڑھتی ہوئی ویرانگی تو دید فرمائیں۔ نمازِ پنجگانہ تو در کنار، لوگ نمازِ جمعہ ادا کرنے کو مصیبت

گردانتے ہیں۔انسانوں کے دل احساسات، رحم، مروت اور لحاظ سے عاری ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ہر طرف ایک مصنوعی دوڑ میں سبھی گم نظر آتے ہیں۔ میں تو دعا گو ہوں کہ امام زمانہ علیہ السلام کل کیوں آج ہی ظہور فرمائیں تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

انتظار رضا: بات تو بجا ہے کہ ایک فریبی، totally virtual زندگی ہر طرف سیاہ، مایوس کن، بادلوں کی طرح چھا رہی ہے۔ لیکن مجھے نہیں لگتا کہ ابھی امام زمانہ علیہ السلام کو اتنی جلدی ہو۔ لوگوں کو ترقی کا ابھی کافی مزہ لینے دو۔ بلا ریب جو نشاندھیاں آپ بتا چکے درست ہیں۔ لیکن ایسا تاریخ میں کئی بار ہوتا آیا ہے۔ تاریخ تہذیبوں کی زندگیوں میں ایسے موڑ پیدا کرتی آئی ہے۔ لیکن قوم اگر خود ہی اپنی حالت بدلنے کی بجائے ترقی کے نام پر دلدل سے نکالنے کو آمادہ نہ ہو تو خنزیروں سامنے موتی بکھیرانے سے تو عیسیٰ پاک ؑ نے بھی منع فرمایا ہے۔

(جونہی انتظار رضا نے بات ختم کی، بصیر علی فوراً بولے)

بصیر علی: مجھے نہیں نظر آتا کہ لوگوں نے مذہب کو ترک کرنا شروع کر دیا ہو۔ ابھی چند ایام قبل ہی تو مشتعل عوام نے عیسائیوں کے کتنے ہی چرچوں کو توہین کے الزام میں نذرِ آتش کر دیا ہے۔ اگر مذہبی جنون ٹھنڈے ہونے پر یہ حال ہے تو جناب جب جوش میں ایمان ہو تو پھر اس ملک میں کونسا قانون اور کیسا جان، مال، عزت و آبرو کا تحفظ گمان کیا جانا چاہیئے ؟

مطلوب دانش: اس میں مذہب قصوروار نہیں، بلکہ عوام میں روحانی شعور کا فقدان ہے۔

بصیر علی: اس بات پر تو بحث کرنا ہی وقت اور سوچ کا زیاں ہے کہ عوام میں کب روحانی شعور آئے گا؛ البتہ آج تک جو ہماری ملکی تاریخ میں ہوتا چلا آرہا ہے اس کی جڑیں پاکستان اور اسلام کی گزری ہوئی کل میں پیوست ہیں۔ دن اول سے تاریخ اسلام کو سیاست نے خون آلود کر رکھا ہے۔

(سیاست کی بات آتے ہی پروفیسر صاحب نے اپنی رائے شامل کرنا مناسب جانا)

انتظار رضا: مجھے کہنے کی اجازت دیں، کہ مذہب کی حقیقت کسی خلا میں نہیں بستی۔ تمام سماجی حقائق، نفسیات سے لیکر اقتصادیات تک یہی مذہب کے تانے بانے میں شامل پائے جائیں گے۔ میں مارکس کی طرح نہیں کہتا کہ مذہب کی حیثیت فقط epiphenomenal ہے۔ مذہب کی روح فطرت انسانی اور قدرتی و معاشرتی ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ان کے ہی میل ملاپ سے مذہب کو اپنی نشو و نما کیلئے غذا مہیا ہوتی ہے: پس مذہب باقاعدہ ideology کا حصہ ہے۔ یوں ہمارے مذہب کی جو تشریح اس کے سیاسی ٹھیکداروں نے حاکم وقت اور سرمایہ دار طاقتوں کیساتھ ملکر لوگوں کو احمق اور جنونی بنانے میں کی ہے؛ اس نے ہی **مذہب کو عقلی روح** سے فارغ کر کے اندھی تقلید اور بے جان پوجا پاٹ کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جنرل ضیا کی سیاست، امریکی سرمایہ داری اور جماعتِ اسلامی کی مہربانیوں نے ملک کا یہ حشر نشر کر دیا ہے۔ سارے ملک میں divide and rule کا زہر پھیلا دیا۔ باہر **افغان** اور اندر **پشتون فساد** وراثت بنا دیا۔ آج بھی امریکہ ان ہی سدا بے اعتماد پشتون افغان، طالبان کو چین اور پاکستان کے خلاف CPEC بند کرنے کیلئے استعمال کر رہا ہے۔ اسلام کو اس ہی جہادی اور تکفیری تشریح نے مسخ کر رکھا ہے۔ اگر پاکستان کے دو قومی نظریئے کی کوئی اسلامی جڑ ہوتی تو بنگلہ دیش اس نفرت کیساتھ الگ نہ ہوتا۔ **معلوم ہوا کہ ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم نے مذہب کی عقلی سمجھ بوجھ کی بجائے تشریح اپنے ذاتی، سیاسی مفادات اور مصلحتوں کے تابع کی ہے۔**

آپ جس کو موجودہ مذہبی لاشعوری کہتے ہیں، دراصل سیاسی، جعلی، بے بنیاد، مفاداتی مذہبیت کے خلاف نوجوان نسل کی بیزاری اور احتجاج ہے۔ عوام میں سمجھ کی بیداری نے جب فریبی ملاّ، عقل دشمن احادیث، تفاسیر، فتویٰ اور غیر ضروری رسوم کے خلاف بغاوت کی پرچم کشائی کرنا شروع کی ہے تو مولوی طبقے نے اسلام سے بے رخی، اور مسجدوں میں نمازیوں کی کمی کا رونا شروع کر دیا۔ لوگوں کو سمجھ آنی شروع ہو گئی ہے کہ یہ بناوٹی اسلام حقیقت میں پادریوں کی طرح ملائیت اور پوجا پاٹ ہے؛ جس کا اصل دین سے کوئی تاریخی اور عقلی ناطہ نہیں۔ ملاوں نے صرف اپنی اجارہ داری کیلئے اس کو لبادہ بنا رکھا ہے۔ پس اسلام دو ہوئے: (i) عاقل انسانوں کا (ii) جہالت فروخت کرنے والے مسلمان پادریوں کا۔ ذرا پاپائیت کی تاریخ کا مطالعہ کریں، تو آج کی ملائیت بآسانی سمجھ آنا شروع ہو جائے گی، جسے میکاولی نے تاریخ میں ننگا کر کے رکھ دیا۔

مطلوب دانش: اس میں کلام نہیں کہ ہم نے اتحاد بین المسلمین کی بجائے فساد بین المسلمین کی پالیسی پر عمل درآمد کر رکھا ہے۔ اپنے مقامی اور وقتی مفادات اور راحتوں کیلئے قوم کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کی بجائے الٹا دنیا میں ذلت و خواری اٹھا رہے ہیں۔

انتظار رضا: یہ آپ کیا شاعر محمد اقبال کا **سامراجی شکوہ** لے کر بیٹھ گئے۔ کیا اسلام کی عظمت یہ ہے کہ ممالک کی فتوحات؛ قتل و غارت سے سونے چاندی کے انبار اکٹھے کئے جائیں خلافت کے بہانے سے؟ کیا فرق رہ جاتا ہے اس سوچ اور برطانیہ اور امریکہ کے عسکری اور اقتصادیاتی دنیا پر غلبے میں؟ کیا اسلام کی شان یہ ہے **مغرب گیری** ہٹا کر **اموی اور عباسیہ گیری** بحال کی جائے؟

ان جعلی دینی سلطنتوں کے تاریخ میں جرائم بھرے پڑے ہیں: آل محمد علیہ السلام کے کھلے عام قاتل! عیاشیوں، بد اخلاقیوں میں ڈوبے ہوئے علم کے دشمن اور جعلی علما کو استعمال کرنے والے بے رحم خونی اور عیاشی کے روایتی علمبردار! اس کی نمائندہ مثال، بے حیا، سفاک خونی بھیڑیا، جو اہلبیت علیہ السلام کے گھرانے کا نام سن کر نفرت اور غصے سے پاگل ہو جاتا تھا؛ جو ایک طرف قرآن کے اعراب لگوا رہا تھا، تو ساتھ سندھ اور پنجاب کو فتح۔ دنیا اس ملعون کو حجاج بن یوسف کہتی ہے۔

مطلوب دانش: حالانکہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

انتظار رضا: مسلمان کہاں یہ تو اپنے سیاسی، اقتصاداتی اور مذہبی جنون میں اہل صلوات کو دن دھڑے، تپتی ریت پر، پیاسا؛ بمعہ بچوں ذبح کر کے جمعے کی نمازیں پڑھنے والے بے ضمیر کردار ہیں۔

بصیر علی: دانش صاحب یہ لفظ ہی غلط ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اصل عربی جملہ ہے کہ مومن مومن کا بھائی ہے۔ دوسرا اللہ نے محمد ﷺ کو فقط مسلمانوں کیلئے نہیں، بلکہ **عالمین** کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ تو عالمین میں کیا اولاد آدمؑ شامل نہیں؟ اس لئے اسلام کو سمجھنے سے پہلے انسانیت پہچاننا ضروری ہے۔ پہلے انسان بنو، پھر مسلمان۔ لیکن تاریخ میں جس ذھنیت نے دنیا کو دار الحرب اور دار الامان میں تقسیم کر رکھا ہو اور آج اس ہی نفرت کی لکیر کے گن گاتی پھرے وہ **رحمت اللعالمین** کے اسلام کو کیوں سمجھنا چاہے گی؟ کیونکہ اسلام کا مقدمہ تو مال غنیمت، سلطنت گیری ہے ہی نہیں! اسلام کی روح تو عقل و عدل سے حاصل ہونے والے تذکیہ نفس میں ملے گی۔

مطلوب دانش: بے شک یہ خود علمائے دین ہی کی غلط توجیہات و تاویلات نے امت کو بیزار کر دیا ہے حالانکہ اللہ نے تو **سورہ الجمعہ کی آیت نمبر 9** میں واضع حکم دیا ہے کہ جب جمعے کی اذان ہو تو دوڑتے ہوئے مسجد کی طرف رجوع کرو۔

بصیر علی: آپ نے فرمایا کہ سارا فساد غلط تشریحات کا نتیجہ ہے۔ میں آپ سے قطعی طور پر متفق ہوں۔ لیکن اس حق بات کا تعلق کسی مسجد میں جمعے کیلئے بڑی تعداد میں جمع ہو جانا لایعنی معلوم ہوتا ہے۔ دینِ حقہ کوئی مداری تھوڑا ہے جس کا کام، مفاد، کثیر ہجوم سازی کرنا ہو۔

مطلوب دانش: لیکن آیت نے صاف الفاظ میں کہہ جو دیا ہے۔

بصیر علی: ذرا آیت پڑھیے اور پھر اس کا خود ہی ترجمہ کریں۔

مطلوب دانش: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ** (سورہ الجمعہ آیت 9) ترجمہ "اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو جب اذان دی جائے نماز کیلئے جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کے ذکر کی طرف اور ترک کر دو خرید و فروخت یہ ہے بہتر تمہارے لے اگر تم سمجھتے ہو"۔

بصیر علی: بس، ترجمہ ہو گیا؟

مطلوب دانش: جی حرف بہ حرف۔

بصیر علی: آپ خود الزام دے رہے تھے علمائے دین کو کہ وہ غلط تاویلات کرتے ہیں۔ لیکن یہاں آپ بھی ترجمہ میں ان ہی کی طرح معنوی تحریف کر رہے ہیں۔ آپ جو اتحاد بین المسلمین کے حق میں آیت پیش کر رہے ہیں وہ مومنین کیلئے ہے!

مطلوب دانش: وہ کیسے؟

بصیر علی: صاف سی بات ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ لفظ مسجد اس میں اضافہ کر دیا ہے، جبکہ آیت میں مسجد کا لفظ ہے ہی نہیں۔ مسجد کیا ہے، جہاں بھی انسان اللہ کو سامنے حاضر و ناظر جانتے ہوئے سجدہ کر دے، مسجد ہے۔ زمین کیا خلا میں چلے جاؤ، وہاں بھی مسجد ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ علماء دین کا ٹولہ اکٹھا ہو کر اپنے گمان، خواہشات اور عقیدت میں پائی جانے والی رائے پر اجماع کا ٹھپہ لگواتا آیا ہے؛ لیکن جناب عقل دلیل طلب کرلے گی۔ جیسے آپ مجھے آیت میں مسجد نہیں دیکھا سکتے۔ پس تفسیر بالرائے اپنی حقیقت میں لوگوں کی من پسند معنوی تحریف کے علاوہ کچھ نہیں۔ قرآن کے ساتھ یہ ناجائز سلوک آج کی ایجاد نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ہی یہ سلسلہ بدعت آغاز پاچکا تھا؛ جس کے متعلق خود رسول پاک ﷺ نے سورۃ فرقان میں یوں اللہ سے شکایت کی ہے: "**میری قوم نے اے میرے ربّ قرآن کو مہجور کر دیا**"۔ دیکھیں قرآن کے الفاظ، آیت کا معاملہ نہیں بلکہ قرآن کی روح کو مہاجر بنا دیا۔ الفاظ آیت کے وہی ہیں: الفاظ نہیں بدلے۔ آپ نے بھی تو ترجمہ کر کے آیت کو مہجور کر دیا۔ ھوتا کیا ہے کہ حقیقی معنوں کو جلاوطن کر کے خود ان کی جگہ بناوٹی معنوں کو غاصب بنا کر رکھ دینا۔

مطلوب دانش: (حیران ہو کر) لیکن آیت میں لفظ "**يَوْمِ الْجُمُعَةِ**" لکھا ہے۔ جب اذان دی جائے گی تو عوام نے مسجد کی طرف ہی تو جانا ہے۔ پس جمعہ واجب ہے۔

بصیر علی: میں نے کب کہا واجب نہیں۔ لیکن! یہ جمعہ نہیں جو جمعرات اور ہفتے کے درمیان مسلسل آتا ہے۔

مطلوب دانش: آپ کس جمعے کی بات کر رہے ہیں؟

بصیر علی: جو آیت میں "**مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ**" ہے۔ جمعہ واجب یہ نہیں مسجد والا جس میں آپ کو آج کل جب کچھا کھچ بھرے نمازی نظر نہ آئیں تو بچوں کی طرح مایوس ہو جاتے ہیں۔ (ہنستے ہوئے!) اللہ کیا ہم جیسوں پر بیٹھا ہے؟ کیا خوش فہمی اور کیسی مجال ہے! ساری کائنات عدل الٰہی پر گامزن ہے، کوئی ابلیس کی طرح بیشک نہ مانے۔ آپ صرف و نحو سے بخوبی آشنا ہیں، تو **من** کیا معنی دیتا ہے؟

مطلوب دانش: "میں سے"۔

بصیر علی: بس اگر "من" حذف کر دیا جائے تو فقرہ یوں رہ جائے گا: **لِلصَّلَاةِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ**۔ جبکہ آیت بولتی ہے **لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ**۔ تو "من" نے بتا دیا کہ "جمعے کے دنوں میں سے کسی جمعے"۔ مطلب ایک ایسے جمعے کی بات ہو رہی ہے جو

مستقل کسی تسلسل میں نہیں آرہا۔ کوئی جمعہ ہے جو منفرد کیا جارہا ہے اس سے پیشتر جتنے جمعے آئے تھے۔ یہ کوئی غیر معمولی جمعہ ہونا چاہیئے۔ کوئی A random friday out of course۔

مطلوب دانش: کیسے معلوم ہو کہ وہ والا غیر معمولی جمعہ آگیا؟

بصیر علی: اللہ نے کہہ جو دیا کہ اس دن "ندا" آئے گی۔ چنانچہ آیت میں فقط اذان تو ہے ہی نہیں۔ پس جس جمعے اذان کی بجائے ندا آئے گی، وہ ہی جناب مطلوب ہے۔ آیت تو ذرا ملاحظہ کیجئے: نُودِیَ لِلصَّلَاۃِ۔ نودی، ندا دی جائے گی۔ ندا کو اذان کہنا جہالت نہیں تو کیا ہے۔

مطلوب دانش: جی ہاں ندا تو فقط آواز ہے، جس واسطے با معنی ہونا لازم نہیں۔ بس آواز ہے۔ جبکہ اذان با قاعدہ پیغام کی حامل آواز ہے، جو با قاعدہ مقررہ اوقات پر ہی دیں گے۔ ندا اگر نمازوں کیلیئے دی بھی جائے تو وہ مستقل درجے میں شمار نہیں ہوتیں۔ مثلاً نماز عید، نماز جنازہ، نماز استسقا۔ ان نمازوں میں صرف تین بار الصلوٰۃ کی ندا بلند کرنا ہے۔

بصیر علی: پتہ چلا کہ ہم لفظ نودی کو جتنا جی چاہے نچوڑ لیں، گنے سے مالٹے کا رس اذان بن کر نکلنے والا نہیں۔ چلو ندا سن لی اب آگے کیا کرنا ہے اُس دن؟

مطلوب دانش: "فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ"۔ تو نماز کیلیئے دوڑ پڑو۔

بصیر علی: (قہقہ دار ہنسنے لگے) مطلب بھاگم بھاگ! کیوں کوئی ہیروشیما پر ایٹم بم گرنے والا ہے؟ ذرا تصور تو کیجئے کہ سب اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ نیو یارک کا شہر فرض کر لیں۔ اچانک ندا آئی، بھاگو! دوکانیں کھلم کی کھلی۔ سامان بکھرا پڑا ہے۔ دنیا سب چھوڑ چھاڑ کر سڑکوں، گلیوں اور محلوں میں دوڑ رہی ہے۔ کوئی اِدھر سے کوئی اُدھر۔ یا خدایا کوئی قیامت کا دن ہے؟ ہاں البتہ چوروں اور ڈاکوں کیلیئے ضرور ایسا وقت عید کا دن ہونا چاہیئے۔ کوئی پوچھے بھی صاحب کدھر ریس لگی ہوئی ہے۔ تو پتہ چلا کہ جی مسجد میں عبادت کیلیئے جارہے ہیں۔

(انتظار رضا کے ساتھ مطلوب دانش، دونوں ہنس رہے تھے اور بولے)

انتظار رضا: یار اس جمعے کو چھوڑیں، ہم تو یہ بھگدڑ تماشا ہر سال ماہ رمضان کو دیکھتے ہیں اِدھر افطاری کا گولہ ٹھا ہوا نہیں، اُدھر روزہ داروں کی بھوک کا رسہ ٹوٹ گیا۔ افسوس کہ پورا ایک ماہ، ہر روز بھوک کی مار کے باوجود روزہ ان کو صبر و تحمل نہیں سکھا سکتا۔ حتیٰ کہ مسافر بھی بسوں، گاڑیوں سے باہر نکل کر کھجوروں کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں۔ یقین کیجئے ایسا لگتا ہے کہ ہالی وڈ کی قیامت خیز فلم 2012 بن رہی ہو۔

پھر بصیر علی بولے۔۔

بصیر علی: اچھا جمعے کا دن ہے؛ ندا دی جاچکی؛ بقول آپ کے دنیا بھاگ رہی ہے۔ کیوں؟

مطلوب دانش: نماز کیلئے۔ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ۔ جب نماز کیلئے ندا دی جائے۔

بصیر علی: کیوں؟

مطلوب دانش: إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ۔ اللہ کے ذکر کی طرف۔

بصیر علی: کیوں نماز کے بنا ذکر اللہ نہیں ہو سکتا؟

مطلوب دانش: نماز احسن ترین ذکر الٰہی ہے۔ مومن کی معراج ہے۔ ذکر اللہ کی روح ہے نماز میں۔

بصیر علی: قرآن کوئی فن خطابت کی کتاب نہیں کہ نماز کو ذکر اللہ کا مترادف قرار دے دے۔ قرآن حکمت کی کتاب ہے۔ ہر لفظ حکمت سے بھرپور ہے۔ بس نماز سے علیحدہ ذکر اللہ کی باقاعدہ اپنی پہچان ہے۔ دونوں کا روحانی تعلق ہونا الگ امر ہے۔

مطلوب دانش: کیا اس پر کوئی نص موجود ہے؟

بصیر علی: کیوں نہیں؟ ہونی چاہئے! ورنہ عالم دین کل کو روزہ بھی ذکر اللہ بنا دیتے۔ چنانچہ سورۃ نور کی آیت 37 میں اللہ نے یوں آواز دی: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ (النور، آیت 37)۔ "ایسے مرد بھی ہیں جنھیں ذکر اللہ سے اور نماز قائم کرنے سے، اور زکوٰۃ دینے سے تجارت اور نہ بیع روکتی ہے"۔ دیکھا تینوں الگ الگ ہیں: نماز، زکوٰۃ اور ذکر الٰہی! ذکر الٰہی کا تعلق نماز سے ہے لیکن دونوں ایک ہی ہنیں؛ لازم وملزوم نہیں۔

مزید تسلی کیلئے آپ خود ہی سورۃ الجمعہ کی اگلی آیت نمبر 10 پڑھ لیجئے جس میں اللہ فرماتا ہے کہ، "**پھر جب پوری ہو جائے صلوۃ تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کا فضل اور ذکر کرتے رہو اللہ کا کثرت سے تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو**"۔

دیکھیں ذکر اللہ تو صلوۃ ختم ہونے کے بعد تلاش کیا جانا ہے۔ تو کیا مطلب ہوا اس ذکر اللہ کا جو کثرت سے کرنے کا حکم ہے؟ جبکہ ہم نے سورۃ نور کی آیت 37 میں وہ مرد بھی دیکھ لئے جن کو تجارت نہ بیع ذکر اللہ اور صلوۃ سے روک سکتے ہیں۔ بلکہ آپ والی سورہ جمعہ والی آیت 9 نے اُن کو وَذَرُوا اور الْبَيْعَ سے مستثنیٰ قرار دینے کیلئے جیسے بنیاد ڈالی ہو۔

مطلوب دانش: لیکن البیع کا لفظ بذات خود خرید وفروخت کیلئے استعمال تو ہوا ہے۔

بصیر علی: آپ نے لفظ البیع میں فروخت سے پہلے خرید کا کس طرح اضافہ کیا ہے؟ کیا اللہ بھول گیا تھا؟ آپ قرآن میں نقصان پورا کر کے کیوں جھوٹ موٹ کا اللہ پر احسان باندھ رہے ہیں؟ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ فروخت فقط اشیاء کے معنی میں استعمال ہوتا ہے؟ کیا لوگ ضمیر، اپنا ایمان، اپنے اصول نہیں بیچ دیا کرتے؟

مطلوب دانش: تو یہ کیسی فروخت ہوئی جس میں خریداری نہیں دینے والے کیلئے جب اللہ باقاعدہ حکم دے رہا ہے کہ **وَذَرُو**، ترک کردو **الْبَيْعَ** فروخت؟

بصیر علی: سورۃ البقرہ کی آیت 278 میں **وَذَرُو** کا لفظ بلاریب **کسی حرام چیز کے ترک** واسطے استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اس سُود (ناجائز منافع) میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ ہے۔ پس ہمیں حرام شے کو مستقلاً خیر باد کہنا ہوگا؛ نا کہ جو مسجد کا ملاّ گمان کئے بیٹھا ہے کہ کچھ دیر دوکان بند کر کے جمعے کی نماز کے بعد دوبارہ ہٹی پر بیٹھ جانا ہے۔

ہمیں یہ بھی پتہ چل چکا کہ البیع کا کسی تجارتی لین دین سے کوئی ناطہ ہے، نہ ہی کاروبار مومن کو ذکر اللہ سے غافل کر سکتا ہے۔ رزق حلال کمانا تو نیکیوں میں سے ایک اہم فریضہ ہے۔ کیا یہ آیت فقط جمے والے دن اور وہ بھی دوکانداروں کیلئے اتری ہے؟ باقی زندگی کے متعلقہ شعبوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا؟

مطلوب دانش: یہ بڑا اہم سوال ہے۔

بصیر علی: اہم اس لئے کہ ایسی گفتگو ہی احمقانہ ہے۔

مطلوب دانش: کیسے؟

بصیر علی: کیونکہ جو فروخت کرنی ہے وہ جنس کوئی شے ہے ہی نہیں جو فقط جمعے کے دن دوکانداروں کے ہی پاس موجود ہو۔ اس جنس کا تو ہر انسان کے پاس ہونا لازم ہے۔ کیونکہ جمعے والے دن تمام انسان تو موجود ہیں، کوئی دفتر میں ہو، عدالت میں ہو، فوج میں، وغیرہ وغیرہ۔ ہر انسان کے پاس وہ جنس موجود ہے!

مطلوب دانش: وہ کونسی جنس ہے جو ہر غریب اور امیر کے پاس ہوتی ہے؟ جس کو باقاعدہ فروخت بھی کرنا ہے۔

بصیر علی: ہمارا جسم مختلف حصوں پر مشتمل ہے، لیکن اگر ایک حصہ اذیت میں ہو تو سارا بدن درجہ بدرجہ پریشان ہوگا۔ تو اس جسم کے مختلف حصوں میں وہ کیا شئے ہے جو ایک ہی مختلف طور پر پائی جائے ایسے جیسا دائرے میں نقطہ ہر جگہ، ہر وقت موجود ہے؟

مطلوب دانش: ہمارا نفس۔

بصیر علی: جی ہاں ہمارا نفس! بس اس ہی نفس کو ترک کرنا ہے فروخت کر کے۔

مطلوب دانش: نفس کیسے فروخت کیا جا سکتا ہے جس کا کوئی وزن، صورت؛ خود کوئی نظر آنے والی شئے ہی نہیں۔

بصیر علی: خود البیع سے پوچھ لیں۔اس لفظ کا مادہ و مصدر ''بیعت'' سے رشتہ داری رکھتا ہے۔ پس بیعت کرنا نفس کو بیچنا ہے۔ بیعت کس کی کرنا ہے؛ جو ندا والا ہے اللہ کا ذکر۔ کیا مومن اللہ کے ہاں اس کی رضا کیلئے اپنا نفس بیچ نہیں دیتا؟

پس ندا سننے کے بعد ذکر اللہ کی طرف کوشاں ہونے کیلئے لازم ہے کہ انسان ہمیشہ کیلئے بیعت کر کے اپنے نفس کو فروخت کر دے۔

مطلوب دانش: کوشاں ہونے سے کیا مراد ہے؟

بصیر علی: ہم دیکھ چکے کہ لفظ **فسعو** کا ترجمہ کس قدر مضحکہ خیز ہے اگر ''دوڑنا'' کیا جائے۔ یہ لفظ ''**سعی**'' سے مشتق ہے، جو ''کوشش'' کہلاتا ہے۔ یہ حکمیہ فقرہ ہر کسی کیلئے صیغہ امر ہے؛ کسی کو اس حکم سے چھوٹ حاصل نہیں۔ ورنہ پتہ چلے کہ بے چارے لنگڑے، اندھے تو ریس سے آؤٹ ہو گئے۔ افراتفری کے اس کھیل میں بوڑھے، بیمار، معذور تو کچلے گئے۔

پس لفظ سعی نے بتا دیا کہ ہر کوئی اپنی اپنی استعداد کے لحاظ سے کوشش کرے گا۔

مطلوب دانش: اگر ذکر اللہ کا مطلب مسجد نہیں، جو آپ نے نہایت عمدہ طور پر نص قرآنی سے ثابت کیا؛ تو پھر کوشش کا ہدف کیا ہوا؟

بصیر علی: اس سے ''ملاقات'' کرنے کی اپنی اپنی سکت کے مطابق کوشش کرنا جس کیلئے ندا دی گئی، جو اللہ کا ذکر ہے!

مطلوب دانش: آگے مسجد ہے نہیں؛ ندا دی جا چکی؛ پیچھے لفظ **لِلصَّلَاۃِ** ہے۔ اب آپ نے کہہ دیا ملاقات کرنی ہے۔ آپ کیسے نماز کو ملاقات میں بدل سکتے ہیں؟

بصیر علی: آپ کا سوال نہایت شاندار ہے۔ اکثر لوگ جو کہتے ہیں وہ خود بے خبر ہوتے ہیں اپنے الفاظ کی حقیقت سے۔ ہماری یہ خود ساختہ غلط فہمی ہے کہ نماز مطلب ہے للصلاۃ کا۔ نماز تو قدیم فارسی کا ایک لفظ ہے، جس کے معنی پرستش ہیں۔ جبکہ اصل میں دونوں الگ الگ اشیاء ہیں۔ چنانچہ صلاۃ کے لغوی معنی ہوتے ہیں متصل رہنے کے؛ تعلق قائم کرنا۔ آپ نے کبھی غور کیا کہ اقامت کے اختتام پر جب ہم کہتے ہیں **قد قامت الصلوٰۃ** کہ صلاۃ قائم ہو گئی؟

مطلوب دانش: آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ پر سچ یہ ہے کہ میں نے کبھی اس متعلق نہیں سوچا۔

بصیر علی: نہ قیام، نہ قعود؛ ابھی تو نماز کی نیت تک باقی ہے۔ تو پھر نماز کیسے قائم ہو چکی؟ گاڑی نیت کے سٹیشن پر موجود ہی نہیں تو منزل پر کیسی پہنچ گئی یہ کوئی harry potter کی فلم ہے کیا؟ نماز شروع ہونے سے پہلے ہی قائم کیسے ہو گئی؟ چلیں میں بات آسان کر دیتا ہوں۔ اگر کوئی واجب رکن چھوٹ گیا یا کوئی اور factor آنے سے نماز باطل ہو گئی؛ تو کیا نماز کا اعادہ ممکن ہے؟

مطلوب دانش: کیوں نہیں!

بصیر علی: تو کیا اقامت بھی دوبارہ پڑھو گے؟

مطلوب دانش: بالکل نہیں!

بصیر علی: مطلب اقامت کی اپنی independent حیثیت ہے، جس پر آئندہ ارکان نماز اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ صلوة قائم کرنا ہے۔ پڑھنے کیلئے لفظ ہے **اقراء** پتہ چل گیا کہ **صلاۃ کوئی قائم کرنے والی چیز ہے** نہ کہ پوجا پاٹ۔ تو ہمیں **تعلق قائم کرنا ہے**۔ پتہ چلا کہ **إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ** کا معنی ہوا کہ۔ **جب ملاقات کیلئے بلایا جائے** تو کوشش کرنا۔ وہ جمع کو ندا دے گا، کسی خاص جمع کو۔

اچھا یہ سارا امر طے پائے گا ندا کے بعد۔ جب **(إِذَا) نُودِيَ** کی ندا آئے گی۔ لفظ 'اذا' نے آنے والے عمل کو ندا کا پابند بنا دیا کہ کوئی حکم واجب الاطاعت نہیں، پہلے ندائے حکمیہ سنائی دی جانی چاہئے، کیوں نہ ہزاروں سال گذر جائیں، مسلمانوں کی اطاعت ساقط ہے، جیسے آدمؑ کو سجدہ کرنے کی اجازت تب تھی جب اس میں روح پھونک دی جائے گی یعنی ندا سے پہلے **اذا** نے بتادیا کہ سب potentially ندا کو پہچاننے والوں کیلئے محفوظ کر دیا گیا تھا۔

مطلوب دانش: یعنی ندا کے مخاطب تب حکم بجالائیں گے جب وہ حکم کی ندا سنیں گے۔ یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ کب، کس جمع کو ندا دے۔ **یعنی جمعہ واجب ہے آنا لیکن اذا نے شرط قائم کر دی کہ پہلے ندا اجازت حکم کا اعلان کرے گی اپنے منتظرین کیلئے**۔ کون ہے وہ ندا والا؟ کون ہے اللہ کا ذکر؟

بصیر علی: جس میں اللہ کا ذکر مشخص ہو جائے، جیسے **سورۃ الطلاق آیت 10 میں** رسول اللہ ﷺ کو ذکر بنا کر بھیجا گیا ہے: **قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُولًا**۔

مطلوب دانش: ذکر تو قرآن بھی ہے۔ کیسے ذکر مشخص ہو جاتا ہے؟

بصیر علی: ذکر مشخص ہو جائے تو محمد ﷺ؛ علامت بن جائے، تو الکتاب! دونوں ایک ہی بات کو سمجھنے کیلئے دو مختلف زاویے، پہلو ہیں۔ ذکر اللہ کو سمجھنے کیلئے قرآن میں ہی عیسیٰؑ کی مثال ہے سورۃ مریم آیت 30 میں جب اپنی ماں کی آغوش سے معصومؑ بولا کہ وہ عبد ہے، اللہ کا نبیؑ ہے اور اپنے ساتھ الکتاب لایا ہے۔ کہاں تھی وہ الکتاب؟ نبی عیسیٰؑ از خود، عیسیٰؑ کا نبی ہونا بذاتِ خود الکتاب وجودی ثابت ہوتا ہے۔ مچھلی کے **ہونے** پر ہی پانی دال ہے۔ مطلب حکم شخص میں مجسم ہو گیا۔ یہ ہی یوحنا کی انجیل کا مقدمہ ہے۔ سارا فلسفہ یونان ابراہیمؑ کے مذہب میں بدل گیا۔

مطلوب دانش: سورۃ الطلاق میں رسول اللہ کو ذکر کہہ کر پکارا گیا ہے لیکن اور بھی تو اہل ذکر قرآن میں ہیں۔ وہ کون ہیں؟

بصیر علی: جب رسول ﷺ ذکر ہے، تو اہل ذکر رسول ﷺ والے ہی ہوں گے۔

مطلوب دانش: آپ قرآن میں وہ دیکھا سکتے ہیں؟

بصیر علی: اللہ نے مباہلہ والے دن بھرے میدان میں محمد ﷺ والے تا قیامت وہ دیکھا تو دیئے جن میں ہدایت کا سلسلہ الکتاب کے ساتھ محفوظ ہے۔ الکتاب ان ہی مباہلہ والوں میں وراثت ہے۔ جو رسول ﷺ کے ساتھ اللہ کے ذکر میں اہل صلوات ایسے لائق شامل ہیں جیسے خالص دودھ اپنی سفیدی، خوشبو، اور ذائقے میں: ہر کوئی ان کے علاوہ غیر ہے۔ پس جہاں جہاں محمد ﷺ، وہاں وہاں محمد ﷺ والے! ذرا نماز میں درود سے محمد ﷺ کو ان کی پاک آلؑ سے جدا کرنے کی کوشش تو کرو، ساری نماز باطل ہو جائے گی۔ ہر کوئی محمد ﷺ ہے انؑ میں، جیسے حدیث نے کہا کہ انؑ کا اوّل محمد ﷺ، درمیان والا محمد ﷺ، آخری محمد ﷺ۔ پس کسی جمعے آخر والا محمد ﷺ ندا دے گا تو منتظرین اپنے نفوس فروخت کر کے اس کی بیعت کریں گے تا کہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس اللہ کے ذکر کے اہل سے ملاقات کر سکے! معرفت معرفت کی بات ہے؛ جو ابو مکفوف پیدائشی نابینے کو نظر آتا، آنکھوں والے اندھوں کیلئے غیر مرئی تھا۔

مطلوب دانش: اس قدر پر مغز تنقید و بحث کے بعد حاصل ہونے والے نتیجہ کو سمجھ کر مسترد دینا قص قرار دینا حماقت، ضد یا منافقت کے علاوہ دلچسپی نہ ہونا ہی رہ جائے گی۔ میں جاننا چاہوں گا کہ ان تمام قرآن فہمی میں پائے جانے والے مغالطوں، فریب کاریوں، جعل سازیوں میں پوشیدہ وہ کیا مہلک جہلیت کا بیج پایا جاتا ہے؟

بصیر علی: دنیا میں پائی جانے والی ہر شے مادے سے عبارت ہے۔ الفاظ بھی اسی طرح مادے سے بنتے ہیں۔ ہم ان کو جوڑ توڑ سکتے ہیں۔ یہ الفاظ میں مادہ اس زبان کے حروف تہجی پر مشتمل ہوتا ہے۔ پس مادہ ایک مرکب ہے جس میں حروف اجزاء کی طرح atoms ہوتے ہیں۔ ان ایٹموں سے مناسب میل جول کر کے حرف جنم لیتا ہے، اور اس حرف کو ہم "مصدر" کہتے ہیں۔ اس "حروف اول" ہی کی ترمیمات سے اس ہی کے خاندان کے بقیہ افراد الفاظ کی صورت میں جنم لیتے ہیں۔ آپ کوئی بھی عربی لفظ لے لیجئے اس کا building material کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چار حروف پر ہی مشتمل ہو گا۔ معلوم ہوا کہ مصدر ہی مادے کی پہلی صورت، یعنی primordial form ہے، جبکہ باقی الفاظ اسی سے مشتق ہوتے ہیں بطور Derivative۔ مصدر کی مثال اول پدر، یعنی progenitor سی ہوتی ہے اور آئندہ الفاظ offsprings مصدر کے بعد تمام متعلقہ الفاظ اس کی اولاد، جو مختلف variations کے حامل ہو گی۔ ایسا محال، لایعنی ہے کہ کوئی لفظ تصورات کی تبدیلی یا غلط العام ہو کر بوجہ کثیر استعمال اپنے اصل معنی کھو بیٹھے۔

مطلوب دانش: اس کیلئے کوئی مناسب مثال مانند چراغ نہایت مدد گار ثابت ہونی چاہئے۔

بصیر علی: لفظ **"نظر"** ایک مصدر ہے ، جس کے معنی ہے "دیکھنا" ۔ اس مصدر کے مادے میں تین اجزاء بطور Genes ملیں گے : تین حروف : ن ظ ر۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسا مصدر جس کے معنی ہوں دیکھنا، لیکن اس کے مفہوم میں کھانا ،مارنا، سونا بھی شامل ہوں ؟

مطلوب دانش: یہ تو مذاق ہے۔

بصیر علی: کیا ہو سکتا ہے کہ لفظ ہو **"مولا"**، اور مطلب ہو ہمسایہ، دوست، بلکہ غلام بھی ؛ بلکہ اس ہی طرح کے 19اور مطالب۔

مطلوب دانش: یہ احمق بے ھودگی لفظ مولا کی تکذیب، تذلیل اور تحقیر ہے، بے شک 1900 مطالب اپنی نفساتی خواہش کو تسکین دینے کیلئے وضع کر لیں۔

بصیر علی: آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں ؟

مطلوب دانش: کیونکہ دیگر الفاظ کے مادی جینmaterial genesہی دوسرے ہونے چاہئے۔

بصیر علی: تو پھر اس بزرگ لفظ "نظر" کے مصدر سے نکلنے والے خاندان کے دیگر الفاظ کیا ہونے چاہیے ؟

مطلوب دانش: منظر، نظارہ، مناظر۔

بصیر علی: ایسے ہی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لفظ منظور کیلئے بھی یہ ہی مادہ ہے۔ لیکن مطلب بالکل مختلف۔تاہم یاد رہے کہ "منظور" کا مصدری معنی ہے وہ شے جو نظر آ رہی ہو۔اسی لئے جو ہم کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے۔ مطلب کسی مصدر سے اخذ شدہ الفاظ سے ترمیمات خاص ضرورت کے تحت ممکن ہے، فقط زاویہ تبدیل کر کے : لیکن یاد رہے کسی مصدر کے ہم نہ معنی بدل سکتے ہیں، نہ اس کے دو مختلف معنی بنا سکتے ہیں۔

اب ہمارے سمجھنے میں دقت باقی نہیں ہونی چاہئے کہ قرآن کو ماہر لسانیات نے قواعد کو مد نظر رکھتے ہوئے مصدری معنوں میں پیش کرنے کی بجائے، اپنے ذاتی تصورات، مختلف سیاسی ہمدردیوں اور گھٹیا مفادات کی بنا پر تفاسیر، تراجم، تشریحات اور ضخیم لغتیں مرتب کیں۔

یہ وہ راز ہے تمام فسادات میں کہ لسانی قواعد کی بجائے سیاق سباق کو مد نظر رکھتے ہوئے الفاظ کے مطالب کو قلمبند کیا گیا ہے۔ یہ وہی قرآن کی معنوی تحریف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کا رب سے شکوہ کیا سورۃ فرقان آیت 30 میں کہ اُس نے قرآن کو مہاجر بنا کر رکھ دیا ہے۔ اور رسول ﷺ کی زندگی میں ہی یہ مردود فعل سرانجام دینا شروع کر دیا۔ یہ تو اسی

دورِ حیات میں جھوٹی احادیث وضع کر کے اپنے نبی ﷺ پر تہمت باندھتے تھے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جہنم کی دھمکی بھی دی۔

(آخر میں انتظار رضا پروفیسر بولے)

انتظار رضا: بات کہاں سے شروع ہوئی کہ مساجد نمازیوں سے فارغ ہوتی جارہی ہیں، اور ختم یہاں پر کہ معیارِ حق جمہور کی کثرت نہیں بلکہ عقل و دانش کیلئے پہلے ہی معیار و میزان مقدار ہے۔ مجھے حضرت علی علیہ السلام کا قول یاد آتا ہے کہ، ''جس تلاوت میں غور و فکر نہیں، اُس سے کبھی خیر برآمد نہیں ہو سکتی''۔ معلوم ہوا کہ مسجدیں اگر بے شعور نمازیوں سے لبالب بھی ہو جائیں، تو وہاں سے حق کی برآمد گی سوالیہ نشان ہی ہونا چاہئے۔ لوگ عبادت نہیں بلکہ پوجا پاٹ کے نفسیاتی عادی ہوتے ہیں۔ اللہ نے خود قرآن میں بے روح، علم و معرفت سے عاری پوجا پاٹ نمازیوں کے منہ پر مار دی ہیں؛ اور ایسے اعمال جو فارغ الحق ہیں، کو قیامت والے دن دھول بنا کر ہوا میں اُڑا دے گا۔ بنا شعور عمل بجالانے سے ثمر نہیں مایوسی ہی ہاتھ آتی ہے۔

ڈاکٹر علی شریعتی نے اسی لیے ایک جگہ کہا کہ، ''**جہالت کفر کی ماں ہے**''، اور ''**اگر ہم حق کے ساتھ کھڑے نہیں تو تاریخ کو بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ آپ مسجد میں ہیں کہ طوائف کے حجرے پر**''۔

میں سمجھتا ہوں کہ مسلم دنیا میں آج ملائیت جمہور کو پُر فریب مذہبی تشریح میں زیادہ دیر اسیر نہیں رکھ سکتی۔ تعلیم آج مساجد اور مدارس میں قرنِ وسطی کے چرچوں کی طرح قید نہیں، بلکہ عقلی اور تحقیقی زمانہ آگیا ہے۔ یورپ نے ان کے طلسم کو توڑ دیا ہے۔ آج استقرائی استدلال اور تنقیدی تجزیئے نے افسانوی جھوٹوں اور غیر معقول مقدسات کیلئے گنجائش کم سے کم کرنا شروع کر دی ہے۔ جدید درس گاہوں میں عقل پرور نصاب، روایتی مدرسوں کے وجود کو غیر ضروری ثابت کرتا جارہا ہے۔ لوگوں میں مذہب کا عقلی اور روحانی تصوّر جُوں جُوں اُجاگر ہو گا، وہ خود ساختہ سیاسی، مفاداتی اور علم دُشمن عقیدت اور مفروضات سے رفض کرتے جائیں گے۔

والسلام

21 ستمبر 2023

The other writings and books of the author are available on https://archive.org/details/@aqae